پاکستان میں انگریزی ذریعۂ تعلیم کی ترویج

اور

اس کے نتائج

جناب سمیّہ طفیل صاحبہ - ایم اے ایجوکیشن (پنجاب)

لفظ تعلیم کے لغوی معنی معلومات بہم پہنچانا اور علم سے مستفید کرنا ہے۔ تبدیلی ذہن کا عمل بھی تعلیم کے ذریعہ سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اپنے نظریہ حیات کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرنے کا کام تعلیم کے ذریعہ سے ہی سرانجام دینے کا خاص اہتمام کرتی ہے۔

گویا کہ تعلیم ایک ایسا مسلسل جاری رہنے والا عمل ہے جس کے ذریعہ سے ایک قوم اپنا معاشرتی اور تہذیبی تسلسل برقرار رکھتی ہے۔ اپنے تجربات اور معلومات کو آئندہ نسلوں تک منتقل کرتی ہے اور مادّی، معاشی، اخلاقی اور سماجی تمام علوم کو ہم آہنگ کرتی ہے۔ فی الحقیقت تعلیم ہی وہ عمل ہے جس کے ذریعہ سے انسان کی روحانی عقلی اور جسمانی قوتوں کو جلا ملتی ہے۔ نیز اس کی شخصیت کو ایسے متوازن طریق پر نشوونما پانے میں مدد ملتی ہے کہ وہ ملک و ملت، مذہب و معاشرت، غرضیکہ پوری نوع انسانی کے لیے ایک مفید کارکن کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔

ہمارا ملک پاکستان جو ۱۹۴۷ء میں بے بہا قربانیوں کے بعد اس مقصد کے حصول کے لیے وجود میں لایا گیا تھا کہ اس خطۂ ارض پر خالقِ کائنات کی حاکمیت کے تصور پر مبنی

نظامِ حکمرانی قائم ہو، نیز یہاں مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیوں کو قرآن و سنت کی تعلیمات اور ان کے تقاضوں کے مطابق بسر کر سکیں۔ افسوس ہے کہ قیامِ پاکستان کے ۴۳ سال گزرنے کے باوجود ان میں سے کوئی مقصد بھی حاصل نہ ہو سکا۔ اور وہ خواب جس کی تعبیر حاصل کرنے کے لیے قائداعظمؒ نے انتھک کوششیں، اس قدر محنت اور بے لوث قربانی سے کام لیا، اب نئے حکمرانوں کو اس مقصد کو یاد دلانے کی کوششیں کرنی پڑ رہی ہیں اور قائداعظمؒ کا پاکستان جو اعلیٰ نظریات کو پروان چڑھانے اور دنیا کو انصاف و انسانیت کا اعلیٰ ترین نمونہ دکھانے کے لیے بنایا گیا تھا وہ اپنے وجود کی بقا و حفاظت کا بھی انتظام نہیں کر پا رہا ہے۔ اس کی بے بسی کی حد یہ ہے کہ وہ اپنے ایک بازو (مشرقی پاکستان) سے محروم ہو چکا ہے۔ اور اب اس کے ایک دوسرے حصہ پر بھی اسی دشمن کی نظر ہے۔ اور یہ باقی ماندہ پاکستان نسلی، لسانی، علاقائی اور گروہی تعصبات کا شکار ہو رہا ہے۔ ملک میں بدعنوانی، بدامنی، انتشار، ضمیر فروشی اور بدترین جرائم کا طوفان برپا ہے اور قومی یکجہتی کے آثار نمودار ہونے کے بجائے انتشار کے عام ہونے کے مواقع زیادہ نظر آ رہے ہیں۔

اِن حالات کی پیداوار کے بارے میں یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ موجودہ انتشار، افراتفری، قومی عدم یکجہتی، بدامنی، ضمیر فروشی اور بے حسی کی عام وجہ ملک کے حکمرانوں کی ہوسِ اقتدار اور اس سے ہر قیمت پر چمٹے رہنے کی خواہش اور بعض دوسرے اسباب بھی ہیں۔ لیکن سب سے بنیادی اور مرکزی وجہ ملک کے نظامِ تعلیم سے متعلق ہر حکومت کی مجرمانہ غفلت اور دانستہ و نادانستہ عدم توجہی بھی ہے۔

گذشتہ ۴۳ سال کے دوران پاکستان میں مختلف حکمرانوں نے ماہرینِ تعلیم سے نظامِ تعلیم سے متعلق متعدد اسکیمیں اور نئی نئی تعلیمی پالیسیاں تو وضع کروائیں، لیکن ان میں سے کسی پر بھی عمل درآمد کی نوبت نہ آئی۔ ان تعلیمی پالیسیوں اور کمیشنوں کی رپورٹوں کی سفارشات کو فائلوں اور الماریوں کی زینت بنائے رکھا اور عملاً نہایت احتیاط کے ساتھ اُسی تعلیم اور تعلیمی ماحول اور انداز و اطوار کو برقرار رکھتے اور پروان چڑھانے

کی روش جاری رکھی جو طلبہ کے ذہن کو میکالے کی تعمیر و ترویج کردہ چار دیواری کے اندر ہی بند رکھے اور ان کے اندر وہ آگہی اور شعور نہ پیدا ہونے دے جو مسلسل طالب علم کے اندر علم کی روشنی سے سیراب ہونے کے شوق کو دو چند کرتا رہتا ہے اور انہیں اپنے علم کو عمل میں لانے پہ ابھارتا ہے، ترقی کی راہیں کھولتا ہے اور راہیں آسان کرنے میں مددگار ہوتا ہے۔ ایسی ترقی جو بنی نوع انسان کی فلاح کے لیے ہو۔

یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ تعلیم میں زبان بنیادی اور فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے۔ یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ تعلیمی عمل میں تعلیم کی زبان جس قدر زیادہ قابلِ فہم ہوگی اسی قدر تعلیم زیادہ مؤثر اور نتیجہ خیز ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی نظامِ تعلیم میں ذریعۂ تعلیم کا قابلِ فہم ہونا بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ زبان محض افراد کے درمیان رابطہ کا کام انجام نہیں دیتی، بلکہ وہ اس قوم کی ثقافت اور نظریۂ و اقدارِ حیات کی عکاس اور علمبردار بھی ہوتی ہے۔ اسی لیے کسی زبان کی تعلیم سے اس زبان کی ثقافت اور نظریات و تصورات کی بھی منتقلی آپ سے آپ (AUTOMATICALLY) عمل میں آتی ہے۔

پاکستان کی قومی زبان اُردو ہے اور مُلک کے طول و عرض میں آبادی کی اکثریت کے لیے یہی زبان قابلِ فہم ہے۔ چنانچہ تحریک پاکستان کے دوران ہی ساری قوم اُردو کو قومی زبان کے طور پر قبول کر چکی تھی اور قیام پاکستان کے بعد اسی کو قومی زبان قرار بھی دیا گیا۔ اس لیے اُردو زبان کو ہی مُلک میں ذریعہ تعلیم بننے کا حق حاصل تھا اور ہے۔

لیکن بدقسمتی سے ہمارے ہاں مختلف اندرونی اور بیرونی سازشوں اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اُردو کو اس کا اصل مقام حاصل نہیں ہو سکا۔ اور ایک اجنبی زبان کو مسلسل مُلک اور قوم اور اس کی نئی نسلوں پر مسلط رکھا گیا، جو مُلک کی ۹۵ فیصد آبادی کے لیے ناقابلِ فہم ہے۔ وقتاً فوقتاً تعلیمی پالیسیوں کے ذریعے اُردو زبان کو مکمل طور پر ذریعۂ تعلیم بنانے کے منصوبے ضرور بنائے گئے۔ اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی پندرہ سال کے اندر اندر مکمل طور پر اُردو زبان کو ذریعہ تعلیم اور دفتری زبان بنانے کے لیے باقاعدہ شق موجود ہے۔ لیکن ابھی تک ہنوز قریباً وہی صورتِ حال ہے جو قیام پاکستان کے وقت تھی۔

مزید برآں ۱۹۸۹ء میں نئی حکومت کی تعلیمی پالیسی کے متعلق دوبارہ تمام پرائیویٹ اسکولوں کو ذریعۂ تعلیم اردو زبان کے بجائے انگریزی کو اختیار کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ بلکہ سرکاری تعلیمی اداروں میں تو پہلی جماعت سے طلبا کو انگریزی زبان لازمی مضمون کی حیثیت سے پڑھانے کے احکامات جاری کر دیئے گئے ہیں۔ اس طرح سے موجودہ حکومت نے جو منتخب اور جمہوری حکومت ہونے کی دعویدار ہے، اس نے تو جمہور نوازی اور حب الوطنی کی اپنی اس موجودہ تعلیمی پالیسی سے ایسی مثال قائم کی ہے کہ وہ برطانیہ کی موجودہ انگریزی حکومت تو درکنار برصغیر پاک و ہند کے گورا قبرستانوں میں دفن انگریز بھی انہیں داد دے رہے ہوں گے کہ بے نظیر نے ان سے بڑھ کر انگریزی زبان کی عقیدت و محبت میں ایسا اقدام کیا ہے جس سے بلا شک و شبہ انگریزوں کی جانشینی کا ایسا حق ادا کیا جائے گا کہ بے چارے انگریز بھی یہ کارنامہ سرانجام نہ دے پاتے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے ملک و ملت کے نونہالوں کے ذہنی فکر و عمل، اور نظریہ حیات کے متعلق ان کے تصور و عمل دیوالیہ ہونے میں کوئی کسر نہیں رہ جائے گی۔ لیکن یہی تو لارڈ میکالے کے نظامِ تعلیم کا منتہائے مقصود تھا۔

تاہم خدا کا شکر ہے کہ صوبہ پنجاب کی حکومت نے اس حکم پر عملدرآمد سے انکار کر دیا ہے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ پرائیویٹ اداروں نے دوبارہ انگریزی زبان کو ذریعۂ تعلیم بنالیا ہے۔ اس صورتِ حال میں ہمارا نظامِ تعلیم جو پہلے ہی سے بے مقصدیت کی وجہ سے عجیب رنگا رنگی اور بے رنگی کا شکار تھا۔ تعلیمی اداروں میں طلبہ کے ذہنوں کو مزید کشمکش کا شکار کر دے گا۔

آیئے اب ہم انگریزی زبان کو ملک میں ذریعۂ تعلیم بنانے کے مفید اور مضر نتائج کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لے کر دیکھیں کہ اس سے ملک اور قوم اور آئندہ نسلوں کو فائدہ حاصل ہوگا یا نقصان ہی نقصان ہوگا۔

انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے کے پسِ پشت درج ذیل محرکات نظر آتے ہیں:

تعلیمی محرکات | ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ترقی یافتہ ملک نے اپنے طالب علموں کو اپنی ہی

زبان میں تعلیم دے کر ترقی کی منزلیں طے کیں۔ لیکن پاکستان میں ترقی کے لیے انگریزی زبان کو نافذ کرنا ضروری سمجھ لیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اس ذریعۂ تعلیم نے آج تک کتنے کام کے آدمی پیدا کیے ہیں یا صرف انگریز کے نوکر؟ اس تجویز کے پس پردہ جو محرکات سمجھ میں آتے وہ یہ ہیں:۔

۱۔ طبقاتی نظامِ تعلیم کو فروغ دینا۔

۲۔ نصاب میں بیان کردہ نظریات و افکار کی اصل رُوح سے محروم رکھنا۔

۳۔ طلبہ کے فہم و ادراک کی قوت کو کند کرنا۔

۴۔ حصولِ تعلیم کے اصل مقاصد کے احساس کو ختم کرنا۔

۵۔ تعلیمی نظام کو (WESTERNIZED) کرنے کے عمل کو تیز کرنا۔

۶۔ طلبہ و اساتذہ میں سطحی علم کو فروغ دینا، کیونکہ طلبہ جب غیر زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں تو انہیں عموماً اپنا زیادہ وقت محض انگریزی زبان کو سیکھنے اور اس کا فہم حاصل کرنے میں صرف کرنا پڑتا ہے۔ جو وقت وہ دیگر علوم و فنون کو سیکھنے میں صرف کرسکتے تھے۔ حقیقت میں یہ ایک بہت دُور رس قدم ہے کہ طلبہ محض ایک زبان کو سیکھنے پر اپنی وہ صلاحیتیں خرچ کردیں جو وہ سائنس و ٹیکنالوجی اور دیگر جدید علوم سیکھنے پر صرف کرسکتے تھے۔

معاشرتی محرکات | ہر محبِ وطن پاکستانی ملک میں عدم یک جہتی اور انتشار کی فضا سے خائف ہے۔ ان حالات میں تعلیم قومی یک جہتی کو پروان چڑھانے میں بنیادی کردار ادا کرسکتی تھی۔ لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے کہ انگریزی زبان کے فروغ نے طبقاتی نظام کو استحکام ہی دیا ہے اور انگریزی ذریعۂ تعلیم کو جاری رکھنے کے عمل نے معاشرے میں موجودہ طبقات کے فاصلوں کو مزید گہرا کرنے میں مدد دی ہے۔ یہ وہ ذریعۂ تعلیم ہے جو ایسے کالے انگریز پیدا کرنے میں کامیاب ہوا ہے جو گورے انگریزوں سے بڑھ کر انگریزی زبان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اور اب وہ اسے اس ملک کی قومی زبان بنانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ ہمارے نزدیک انگریزی زبان کو بحیثیت ذریعۂ تعلیم کے جاری رکھنے کے درج ذیل معاشرتی محرکات ہیں:

۱۔ طلبہ میں مغربی ثقافت کو فروغ دے کر اسلامی ثقافت اور نظریۂ حیات سے دور کرنا۔

۲۔ ملک میں معاشرتی، سماجی سطح پر عدم استحکام اور عدم یکجہتی کو فروغ دینا۔

۳۔ ملک کو لسانی بنیادوں پر مزید نسلی منافرت کا شکار کرنا۔ خاص کر انگریزی زبان کے SYMBOL OF SOCIAL STATUS کو KNOW HOW کے طور پر پیش کرنا اور فروغ دینا۔

سیاسی محرکات پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ قیامِ پاکستان کے وقت اس بات پر کوئی اختلاف نہ تھا۔ لیکن بعد میں سیاسی نظریات کی بھرمار نے پاکستان کو اس کے قیام کے اصل مقاصد سے دور کر دیا۔ اس کی دیگر کئی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ انگریزی ذریعۂ تعلیم کو جاری رکھنا ہے۔ اس وجہ سے جہاں مغربی نظریات کو تعلیم میں فروغ حاصل ہوا ہے، وہاں ملک میں سیاسی عدم استحکام کو بھی فروغ ملا ہے۔ اس ذریعۂ تعلیم سے مغرب زدہ نوکری پیشہ لوگ PRO-WEST BUREAUCRATES پیدا ہوئے ہیں۔ جنھوں نے اپنے ذاتی مفاد کو ملک کی فلاح اور ترقی پر مقدم ہی جانا ہے۔ نیز درج ذیل امور سیاسی محرکات کے ضمن میں اہم ہیں:

انگریزی ذریعۂ تعلیم کو ملک میں فروغ دے کر

۱۔ ملک میں سیکولرزم کو فروغ دینا۔

۲۔ اسلامی نظامِ حکومت کی بجائے مغربی جمہوری نظام کے نظریہ کو قبولِ عام بنانا۔

۳۔ پاکستان میں اپنے ہی شہریوں کے ذریعے انگریزوں کے مفادات کا تحفظ کرنا، نیز ان کے تشنہ مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی راہیں ہموار کرنا۔

۴۔ عوام کے اندر شعور اور احساس کو پیدا ہونے سے روکنا تاکہ وہ برسرِاقتدار طبقہ کے برے اور غلط اقدامات کو سمجھ ہی نہ سکیں۔

معاشی محرکات پاکستان معاشی وسائل سے مالا مال ہے۔ محض ان وسائل کو

استعمال کرنے کے لیے صحیح منصوبہ بندی کی ضرورت ہے جس کی پاکستان میں کمی ہے اور انگریزی ذریعۂ تعلیم کو فروغ دینے کا اصل محرک بھی یہ ہے کہ تعلیم کا حصول مشکل ہو گا تو تعلیم کم سے کم فروغ پائے گی۔ انگریزی ذریعہ تعلیم کے اداروں میں فیسیں اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ عام انسان ان اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اس ذریعۂ تعلیم کے فروغ نے تعلیم کو ایک منافع بخش کاروبار کی شکل دے دی ہے۔ حالانکہ مسلم تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ تعلیم ہمیشہ حکومت کی ذمہ داری رہی ہے۔ اور اس سلسلے میں فیس کا تصوّر نہ تھا۔ آج کے دینی مدارس اُسی نظامِ تعلیم کے باقیات ہیں اور تمام اخراجاتِ تعلیم خود برداشت کرتے ہیں۔

نیز پاکستان کی ۸۰ فیصد آبادی دیہات میں رہتی ہے جو بیشتر ان پڑھ ہے اور زراعت کے پیشہ سے وابستہ ہے اور ملک کی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ انگریزی زبان سے نابلد ہے۔ ان کے لیے پیداوار اور تقسیم کے لیے جدید طریقۂ کار کو جاننا اپنی زبان میں سہل ہوتا ہے۔ اگر تعلیم اپنی زبان میں دی جائے گی تو اس سے ملک میں ترقی کی راہیں زیادہ کھلیں گی۔ معیشت کمزور نہیں، مستحکم ہوگی۔ صرف ضرورت اس امر کی ہے کہ جدید علم کو حاصل کرنے کے لیے ایسے ترجمہ کے مراکز وجود میں لائے جائیں جو علم کو فوری ملکی زبان میں ترجمہ کر کے بلاتاخیر پورے ملک میں پھیلانے کے لیے مؤثر طور پر کام کریں۔

مذہبی محرکات ہر زبان اپنے بولنے والی قوم اور اس کے افراد کی ثقافت اور نظریات کی علمبردار ہوتی ہے۔ چنانچہ محض کسی زبان کی تعلیم دینے یا اُسے ذریعۂ تعلیم کے طور پر اختیار کر کے فطری طور پر اسی زبان کو بولنے والی قوم کی ثقافت اور نظریات کو پروان چڑھایا جائے گا۔ بخلاف اس کے انگریزی زبان کو بحیثیت ذریعۂ تعلیم کے جاری رکھنے سے اسلامی نظریۂ حیات اور ثقافت تو نہیں پھلے پھولے گی۔ یقیناً ایک صاحبِ عقل و دانش رکھنے والا فرد بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ انگریزی ذریعۂ تعلیم کو جاری رکھ کر محض مغربی مادّہ پرستانہ نظریۂ حیات اور ثقافت کو پروان چڑھایا جا سکتا ہے۔ یوں اسلام

کی جانب رغبت کو کم کر کے اسلامی نظامِ تعلیم کے تصوّر کو عملاً بے معنی ثابت کرنے کی سعی کی جا رہی ہے۔

نفسیاتی محرکات | پاکستان میں بنیادی طور پر معاشی اعتبار سے آبادی کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ اُمراء کا طبقہ (UPPER CLASS) یعنی وڈیرے، سردار، خوانین اور بڑے زمیندار، کارخانہ دار، بڑے تجّار اور اُونچے عہدہ دار وغیرہ۔

۲۔ متوسط طبقہ (MIDDLE CLASS) کے لوگ یعنی چھوٹے چھوٹے مالکان اراضی، دکاندار اور ملازمت پیشہ۔

۳۔ غریب عوام (LOWER CLASS) یعنی مزدور، ہاری، مزارعین اور غیر مالک کاشتکار۔

انگریزی ذریعہ تعلیم میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی اکثریت UPPER CLASS سے تعلّق رکھتی ہے، اس کی وجہ ان اسکولوں کی زیادہ فیسیں اور دیگر اخراجات ہوتے ہیں جو عام لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔ نیز ان اسکولوں سے فارغ التحصیل افراد عموماً اُونچے عہدوں تک بآسانی پہنچ جاتے ہیں۔ یوں اس ذریعہ تعلیم کو جاری رکھ کر حکمران طبقہ غلامانہ دَور کی روایت کو برقرار رکھنا چاہتا ہے تاکہ حکمران اور جمہور عوام کے درمیان خلیج برقرار رہے اور آقا اور غلام کا فرق مٹایا نہ جا سکے جب کہ صلاحیت اور ذہانت تو ہر طبقہ کے افراد میں موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ محرک کارفرما نظر آتا ہے کہ ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں کہ جب عام افراد محض ان اسکولوں میں معاشی تنگ دستی کے سبب اپنے بچوں کو تعلیم نہ دلوا سکیں تو ان میں فطری طور پر احساسِ کمتری و مایوسی اور پستی پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ جب عام لوگ اپنے مسائل سے ہی عہدہ برآ نہ ہو پائیں گے تو حکمرانوں کی چالوں کو کیا سمجھیں گے۔ ان کے غلط اقدامات کی مخالفت کیا کریں گے اور یوں حکمران اپنے اقتدار کو طول دے سکیں گے۔

فی الحقیقت انگریزی ذریعۂ تعلیم کو جاری رکھنے کی عملی کوششوں کے پسِ پردہ

موجودا صل مقاصد کو بیان کرنے کا مقصد تعلیمی پالیسی تشکیل دینے والے اور تعلیمی ماہرین کو یہ احساس دلانا ہے کہ وہ ایسی تعلیمی پالیسی مرتب کریں جو ملک و ملت کی فلاح کے لیے ہو، نہ کہ اُوپر بیان کردہ محرکات کو مزید فروغ دینے کے لیے۔

ملک میں رائج نظامِ تعلیم اسلامی نظامِ تعلیم کے اُصولوں سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا۔ محض اسلامیات اور عربی جیسے مضامین کو موجودہ سیکولر نصاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ان کی افادیت دیگر مضامین کے نصاب اور ان میں بیان کردہ نظریات سے متضاد ہونے کے باعث اور مجموعی طور پر اسکول کے ماحول کے مقابلے میں صفر رہ جاتی ہے۔ مزید برآں انگریزی ذریعۂ تعلیم جاری رکھنے اور اُسے فروغ دینے کی سعی سے ملک کے لیے ایسے افراد تیار کرنا ہی مقصد رہ جاتا ہے جو اپنے ذہن سے اپنے ملک کی فلاح و بہبود، ترقی و استحکام اور اپنے اسلامی نظریہ و ثقافت کے فروغ کے لیے کام کرنے کی بجائے مغربی اقوام یا انگریزوں کے غیر تکمیل شدہ مقاصد کی تکمیل کریں۔

چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ انگریزی زبان کو بہ حیثیت ذریعۂ تعلیم کے جاری رکھنے کے بجائے ثانوی زبان کی حیثیت دے دی جائے۔ جہاں تک اس کے ذریعہ سائنس اور ٹیکنالوجی کے علم اور دیگر جدید علوم کے حصول اور فروغ کا ذریعہ ہونے کا تعلق ہے اس کے لیے ایسے افراد کو انگریزی زبان سیکھنے کے مواقع فراہم کیے جاسکتے ہیں، اور ان کے لیے بھی جو اس زبان سے دلچسپی رکھتے ہوں اور مہارت حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ اس کے علاوہ ایسے اداروں کو وجود میں لایا جائے جہاں جدید علوم کو اپنی زبان میں منتقل کر کے فوری طور پر پورے ملک میں پھیلانے کا مؤثر انتظام ہو۔ ایسے اداروں میں جب جدید علم کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا مؤثر نظام قائم ہو جائے گا تو بلا وجہ پوری قوم کے ذہنوں پر ایک غیر ملکی زبان کو مسلط کر کے کیوں اُن کے وقت، پیسہ، توانائی اور صلاحیتوں کو ایک زبان سیکھنے پر ضائع کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ جو ہمارا خالق اور پوری کائنات کا رب ہے، وہ بندوں کی نفسیات

اور صلاحیتوں سے بخوبی واقف ہے، جبھی تو اُس نے قرآن میں اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوۡمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمۡ
(ابراہیم - ۴)

"ہم نے اپنا پیغام دینے کے لیے جب بھی کوئی رسول بھیجا ہے، اس کی اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دے کے بھیجا ہے تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے۔"

فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَ تُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا۔
(مریم - ۹۷)

"پس اے نبیؐ! اس کلام کو ہم نے آسان کر کے تمہاری زبان میں اس لیے نازل کیا ہے کہ تم پرہیزگاروں کو خوشخبری دے دو اور ہٹ دھرم لوگوں کو ڈرا دو۔"

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قوم کو اس کی اپنی زبان میں تعلیم دینا ہی اس کے لیے زیادہ سود مند ہے۔